معراجِ جسمانی

مُصنّف

حضرت علامہ حسنین رضا بریلوی علیہ رحمۃ اللہ

تحشیہ

علامہ نسیم احمد صدیقی صاحب مدظلہ العالی

ناشر:

انجمن ضیاءِ طیبہ





معراج جسمانی

جمیع الحقوق محفوظة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

ضیائی سلسلہ اشاعت	:	88
نام کتاب	:	معراج جسمانی
مصنف	:	حضرت علامہ حسنین رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
تسہیل وتحشیہ	:	علامہ نسیم احمد صدیقی مدظلہ العالی
ضخامت	:	32 صفحات
تعداد	:	1000
سن اشاعت	:	مئی 2013ء / رجب ۱۴۳۴ھ
کمپوزنگ	:	مرزا فرقان احمد
سرورق وڈیزائننگ	:	محمد ذیشان قادری
کمپیوٹر کوڈ	:	EZM-88
طباعت	:	
ہدیہ	:	ایصال ثواب جمیع امت مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم
ناشر	:	ضیائی دارالاشاعت، انجمن ضیاء طیبہ

Anjuman Zia-e-Taiba
B-1, Shadman Appartments Block 7-8,, Shabirabad Society, KCHS, Near Bloch Pull Karachi.

انجمن ضیاء طیبہ
B-1، بلاک 7-8، شادمان اپارٹمنٹ، شبیر آباد سوسائٹی، KCHS، کراچی۔

Ph: 92(21) 34320720, 34320721 Fax: 92(21)34893350
E-mail: ziaetaiba92@gmail.com , Url: www.ziaetaiba.com



اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(ترجمہ کنزالایمان)

پیش لفظ

سخن ضیائے طیبہ

انجمن ضیاءِ طیبہ نے دور حاضر میں پر فتن راہوں کو عبور کرتے ہوئے دس سال کا عرصہ مکمل کیا الحمدللہ قطب مدینہ کی ضیاء پاشیوں اور ان کی نورانی و عرفانی توسل سے یہ ادارہ عوام وخواص میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔

انجمن نے ۲۰۰۴ء/ ۱۴۲۴ھ میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی وظائف پر مشتمل تصنیف لطیف "الوظیفة الکریمة" کو کثیر تعداد میں شائع کرکے اشاعتی شعبہ کا آغاز کیا۔ اور آج ۲۰۱۳ء/ ۱۴۳۴ھ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے فیوضات وبرکات کے طفیل ۸۸ ویں اشاعت کی سعادت حاصل ہوئی۔

قارئین کرام کے ذوق مطالعہ کے لیے یہ بات قابل تحسین ہے کہ انجمن ضیاء طیبہ کے شعبہ ضیائی دارلاشاعت کی ۸۸ویں کڑی "معراجِ جسمانی" امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے برادر اصغر مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند مولانا حسنین رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو کتابی صورت کا پہلا ایڈیشن ہے۔

یہ مضمون مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے عہد رضا میں اجراء کردہ "ماہنامہ الرضا" کے شمارہ رجب ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء کے جلدے میں ۵ صفحات پر مختصر و جامع انداز میں تحریر کیا۔ جبکہ ماہنامہ الرضا کا پہلا شمارہ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء کو منظر عام پر آیا۔ مدیر کے فرائض آپ نے خود سنبھالے اور اہتمام کی خدمت حضرت صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد تھی۔ سالانہ زر تعاون دو روپے، ششماہی ایک روپیہ چار آنہ اور سہ ماہی دو آنہ تھا۔

درج ذیل عبارت جو "الرضا" کے سرورق پر طبع ہوئی وہ ماہنامہ کا جامع تعارف ہے:

"شریعت نبوی کا حامی، طریقت مصطفوی کا مددگار، اخلاق محمدی کا سکھانے والا، کفر و شرک سے بچانے والا، اصولِ معاشرت بتانے والا، اسلام کا سچا ہمدرد، مسلمانوں کا بہترین رہ نما، تمدنی، اخلاقی، تاریخی مضامین کا دل کش مجموعہ جو بہ تعین تاریخ ووقت اپنے دارالاشاعت بریلی محلّہ سوداگران، بہ ادارت خادم الطلبہ محمد حسنین رضا خان شائع ہوتا ہے۔ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں بہ اہتمام مولوی امجد علی صاحب۔"

مولانا عبد السلام رضوی ماہنامہ الرضا کے متعلق لکھتے ہیں:

"ماہنامہ الرضا میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ "ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت" قسط وار شائع ہوتے تھے۔ "فقیہات" مستقل عنوان تھا جس کے تحت فتاویٰ رضویہ سے فتاویٰ منقول ہوتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کی کئی کتابیں پہلی بار "الرضا" ہی میں طبع ہوئیں، "النھی الاکید" قسط وار چھپی۔ "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" صفر اور ربیع الاول ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء کے دو شماروں میں شائع

ہوئی۔ ”الرضا“ میں اس دور کے اکابر علمائے کرام مثلاً حضور برہان الملت رحمۃ اللہ علیہ، حضور صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے مضامین عالیہ شائع ہوتے تھے۔ شروع صفحات میں نعتیہ کلام بھی شامل ہوتا تھا۔ دین و سنت کا یہ سچا خادم کب بند ہوا اس کی تحقیق نہیں لیکن کچھ ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ ”الرضا“ حیات اعلیٰ حضرت میں یا وصال شریف کے بعد زمانۂ قریب ہی میں بند ہو گیا تھا۔“

سیرت اعلیٰ حضرت، صفحہ ۸۵ میں حضرت مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”فوز مبین“ بہ اقساط شائع ہوتی رہی۔ جب ”الرضا“ باد سموم کے جھونکوں سے ختم ہوا تو کتاب کی طباعت بھی بند ہو گئی۔

قارئین کرام! تبلیغ کا کامیاب ترین طریقہ صحافیانہ طرز زندگی اور رسائل و جرائد کی ترسیل پر مبنی ہے جسے فی زمانہ دنیائے سنیت میں فراموش کیا جارہا ہے۔ انجمن ضیاء طیبہ نے ہر محاذ پر جہاد بالقلم کے تحت خصوصاً تربیتی و سماجی اصلاح کے لیے داعیٔ الی الخیر کی صدا کو برقرار رکھا، معراج شریف پر شعبۂ ضیائی دارالاشاعت کی خدمات قارئین کی نذر کی جاتی ہے۔

۲۰۰۵ء میں معراج شریف کے موضوع پر ”معراج سیر گاہ مصطفیٰ، کہاں سے؟ کہاں تک؟“ علامہ نسیم احمد صدّیقی نوری مدظلہ العالی کی تالیف کردہ رسالہ کی اشاعت ہوئی۔

۲۰۰۶ء میں ”الاسراء والمعراج“ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر رضوان مدنی بن فضل الرحمٰن مدنی بن ضیاء الدین احمد مدنی کی عربی کتاب کا ترجمہ ”معراج رسول صلی اللہ علیہ وسلم“ کے نام سے شائع کیا۔

۲۰۰۸ء میں مولانا مفتی اکرام المحسن فیضی کی تالیف ''تین اہم فتاویٰ'' جس میں ''معراج نبی اور ہمارا عقیدہ'' کے موضوع کو شامل کر کے کثیر تعداد میں ملک و بیرون ملک مفت تقسیم کیا۔

۲۰۱۳ء میں ''معراجِ جسمانی'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ مضمون امام اہلسنت اعلیٰ حضرت کی حیاتِ طیبہ میں شائع ہوا۔ بعدہٗ ۹۴ سال کے طویل عرصہ گزر جانے کے بعد اس کو کتابی صورت دینے کا سہرا انجمن کے سر سجا، جس پر علامہ نسیم احمد صدّیقی نوری مدظلہ العالی نے تسہیل و تحشیہ کا کام بشمول مؤلف کا تعارف تحریر کیا جو یقیناً سادہ لوح مسلمانوں کے لیے بہترین معلومات کا ذریعہ ثابت ہو گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب کریم ورؤف و رحیم ﷺ کے صدقے ادارے کی سعی کو قبول فرمائے۔ تمام مظلوم مسلمانوں بالخصوص شام، فلسطین، عراق، لیبیا اور ہند و پاک وغیرہ کے مظلوم مسلمانوں کی غیب سے مدد فرمائے اور دشمنانِ اسلام کو عبرت کا نشان بنائے۔

سید محمد مبشر

انجمن ضیاء طیبہ

مؤلف کا تعارف

از: علامہ نسیم احمد صدّیقی نوری

قارئینِ محترم! الحمدللہ علیٰ احسانہٖ۔۔۔ رسالۂ ہٰذا بعنوان ”معراجِ جسمانی“ نہایت علمی اور وقیع تالیف ہے، مختصر مگر نہایت جامع اور پُر اثر و پُر مغز تحریر دلپذیر ہے۔ زیر مطالعہ یہ تحریر اکابرین اہلسنت کے عقائد متفقہ اور افکار دقیقہ کا شاہکار ہے۔ حضرت علامہ و مولانا حسنین رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم فیض رقم کا علمی نتیجہ اور فکری ثمرہ ہے۔ چودھویں صدی کے عنفوان شباب اور بیسوی صدی کے ابتدائی تین عشروں کے دوران یوپی تا مہاراشٹر ممتاز و مقتدر عالم و فاضل اور ادیب و کامل کی حیثیت سے معروف رہے ہیں۔ ۱۹۲۰ء تا ۱۹۳۰ء فتنۂ ارتداد میں مبلّغ اسلام اور مصلح دین کی حیثیت میں جغرافیائے ہند کے طول و عرض میں اسلامی بھائیوں اور بہنوں کا دین محفوظ رکھنے کے لیے طوفانی دورے کیے، متعصب اور مسلّح ہندوؤں کے جتھوں سے بے خوف و خطر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوئے اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کا نام روشن کیا۔

حضرت مولانا حسنین رضا خان ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے منجھلے بھائی، حضرت مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر مولانا حکیم حسین رضا خاں، فرزند اوسط مولانا حسنین رضا خاں اور فرزند

اصغر مولانا فاروق رضا خاں تھے۔ حضرت مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اپنے تایا زاد بھائی، سیّدی سندی مرشدی مولائی وملجائی ومتاعی حضور مفتی اعظم فقیہہ عالم محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ سے صرف چھ ماہ بڑے تھے اور علوم دینیہ کی تحصیل میں دونوں عم زاد ہم سبق رہے ہیں۔ رسم بسم اللہ خوانی کے بعد گھر ہی میں حصولِ تعلیم میں مصروف و مشغول ہوئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند اصغر مفتی اعظم کو پڑھانے کے ساتھ اپنے عم زاد حضرت حسنین رضا رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پڑھانا شروع کیا، اور جب فرزند حقیقی اور عم زاد و فرزند [1] نسبتی، دونوں کی عمریں بارہ برس ہو گئیں، تو اعلیٰ حضرت کثیر البرکت رضی اللہ عنہ نے ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں دارالعلوم منظر اسلام قائم فرمایا، تو اس دارالعلوم میں دونوں متذکرہ نوجوان، محمد مصطفیٰ رضا، حسنین رضا کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت کے تین تلامذہ مزید، ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری اور مولانا عبد الرشید عظیم آبادی اور مولانا نواب مرزا، پانچوں تلامذہ سے دارالعلوم منظر اسلام کا آغاز ہوا۔ "دارالعلوم منظر اسلام کی خشت اول" کے حوالہ سے، معمار ملت حضرت علامہ مولانا شبیہ القادری پوکھیروی بہاری لکھتے ہیں:

"بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا نشست گاہ ہی جامعہ ایک یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔ جہاں بیٹھ کر اعلیٰ حضرت نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام غزالی کے مشرب اور مسلک کے ترجمان اور شارح بنا کر ہزاروں ذروں کو شہ پارۂ علوم و فنون میں تبدیل کر کے آفتاب عالمتاب بنا دیا، جیسے مولانا سلطان احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سیّد امیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلہ ذخیرہ بریلی

---

[1] اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر، حضرت مولانا حکیم حسین رضا خاں سے، اپنی تیسری دختر "کنیز حسین" کا عقد مسنون اور چوتھی دختر "کنیز حسنین" کا نکاح حضرت مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تھا۔

الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب خلف اکبر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، جناب مولانا یقین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملوک پور، مولانا عبد الکریم محلہ ذخیرہ، جناب مولانا منور حسین بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب مولانا سیّد غلام محمد صاحب بہاری، جناب مولانا سیّد شاہ احمد اشرف صاحب کچھو چھوی رحمۃ اللہ علیہ وغیر ہم جب ایسے ایسے علمی اور فنی جواہر پارے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت نے اپنی نشست گاہ سے پیدا فرمادیے اس لیے کسی دارالعلوم کی ضرورت محسوس نہیں فرماتے تھے۔

رند جو ظرف اُٹھالے وہی پیمانہ بنے
جس جگہ بیٹھ کے پی لے وہی میخانہ بنے

فیضان علوم محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے تشنۂ علم، ملک العلماء مولانا ظفرالدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ مزید سیرابیٔ علم کے لیے اعلیٰ حضرت کے حضور تشریف لائے تو دیکھا کہ اعلیٰ حضرت کی دہلیز پر علم کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہاہے۔

یک حرف بیش نیست سراسر حدیث شوق
ایں طرفہ ترکہ ہیچ بہ پایاں نمی رسد

اس وقت ملک العلماء مولانا ظفرالدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن کا یہ وارده کتنا حسین ہو گا کہ اے کاش! اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں ایک بے مثال ادارہ دینی بنام دارالعلوم کا وجود بریلی شریف میں ہو جاتا جہاں سے سارے عالم پر امام اہلسنت اعلیٰ حضرت کا فیضان علم برستا رہا۔

حافظا! تا روز آخر شکر ایں نعمت گزار
کآں ضم از روز اول داروۓ درمان ماست

ملک العلماء کے تصور دارالعلوم کے اس وارده کو حضرت حجۃ الاسلام خلف اکبر اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور جناب سیّد امیر احمد

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رضی اللہ عنہ کی سمع رسانی کرادی۔ اور جناب سیّد امیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یوں گزارش کی کہ حضرت! اگر آپ نے مدرسہ کا قیام نہیں فرمایا تو بد عقیدہ لوگوں، دیوبندیوں، وہابیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا اور میں قیامت کے دن شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کے خلاف نالش کردوں گا۔ ایک آل رسول کی زبان سے یہ سنتے ہی امام احمد رضا لرزہ براندام ہوگئے اور یہ فرمایا کہ سیّد صاحب! آپ کا حکم بسر و چشم منظور ہے مدرسہ قائم کیا جائے گا۔ اس کے پہلے ماہ کے سارے اخراجات میں خود ادا کردوں گا پھر بعد میں دوسرے لوگ اس کی ذمہ داری لیں"۔ [1]

قارئین محترم! فقیر راقم الحروف یہاں واضح کرنا چاہتا ہے کہ حضرت مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا مادر علمی دارالعلوم منظر اسلام کے قیام ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء سے قبل ایک مدرسہ کوٹھی رحیم داد خاں واقع محلہ گلاب نگر، بریلی میں "مدرسہ اہلسنت" کے نام سے، ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۴ء تا ۱۲۸۶ھ / ۱۸۷۰ء کے درمیانی عرصہ میں قائم کیا گیا تھا۔ یہ مدرسہ اعلیٰ حضرت کے والد گرامی اور فقیر راقم الحروف کے ممدوح محترم حضرت مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے جدّ کریم التقی الفاضل والنقی الکامل حضرت استاذ الاساتذہ، سند الفقہاء مولانا نقی علی خاں بریلوی رضی اللہ عنہ نے قائم فرمایا تھا، لیکن افسوس کہ گذشتہ ڈیڑھ صدی سے مساجد و مدارس اہلسنت پر قبضہ کرنے والے فسادی ٹولے (جس کے اول بانی احسن نانوتوی اور دوسرے فسادی قاسم نانوتوی تھے) کے شریر اور بد عقیدہ احسن نانوتوی نے پہلے عید گاہ پر قبضہ کیا ازاں بعد مولانا نقی علی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ کے مقابل ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں "مدرسہ مصباح التہذیب" قائم کرکے عمائدین شہر کہنہ کے عطیات اپنے دامنِ طمع میں بھرنا شروع کردیے، لیکن بہت جلد

---

[1] ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا صد سالہ منظر اسلام نمبر جلد اول، صفحہ ۶۹۔۷۰۔

بریلی کے صاحبان ثروت پر حقیقت آشکار ہوئی، جس کے نتیجے میں ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء مصباح التہذیب مدرسہ ختم ہوگیا۔ تاہم حضرت علامہ مولانا نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تشنگان علوم کو مسجد اور گھر میں سیراب کرتے رہے۔ اور اسی طریقہ پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نوّراللہ مرقدہٗ بھی عامل رہے۔ تا آنکہ! حجۃ الاسلام (فرزند اکبر)، ملک العلماء مولانا ظفرالدین بہاری اور سیّد امیر احمد صاحب کی ایماء و اصرار پر "جامعہ رضویہ دارالعلوم منظر اسلام" ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں قائم کیا گیا۔

جامعہ رضویہ منظر اسلام کے پہلے سال میں متعلمین وہی تھے جو مختلف کتب متوسطات کے طلباء براہ راست اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت علامہ مولانا رحم الٰہی منگلوری اور علامہ ظہورالحسین فاروقی رامپوری سے درس لے رہے تھے۔ ان طلباء میں ملک العلماء حضرت علامہ ظفرالدین بہاری (مجرا ضلع پٹنہ، بہار)، حضرت مولانا مفتی نواب مرزا (مفتی دارالافتاء، بریلی)، حضرت مولانا عبدالرشید عظیم آبادی (کوپاں ضلع پٹنہ، بہار)، حضرت مولانا سیّد عزیز غوث (بریلی۔ یوپی)، حضرت مولانا محمد حسنین رضا قادری (رضا نگر، سوداگران بریلی۔ یوپی)، حضرت مولانا ابوالفیض غلام محمد بہاری (بہار شریف)، حضرت مولانا ظہیرالدین اعظمی (اعظم گڑھ۔ یوپی)، حضرت مولانا حفیظ احمد اعظمی (اعظم گڑھ۔ یوپی)، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ ابراہیم (بلیا۔ یوپی)، حضرت مولانا احمد عالم رجھتی، حضرت مولانا عظیم اللہ مچھلی شہر، حضرت مولانا نعمت اللہ نواکھالی، حضرت مولانا صدیق احمد نواکھالی اور سیّدی سندی مرشدی متاعی ملجائی و مولائی حضرت مفتی اعظم فقیہہ عالم علامہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری (رضا نگر، محلہ سوداگران، بریلی، یوپی) شامل تھے۔ یہ تمام طلباءِ گرامی ہم سبق نہ تھے، بلکہ مختلف کتب پڑھتے تھے۔ لہٰذا متذکرہ طلباء میں سے بعض طلباء دارالعلوم منظر اسلام کے قیام

کے ایک سال بعد اور بعض طلباء دو اور چار سال بعد فارغ التحصیل ہوئے، نیز اس عرصہ میں دارالعلوم کے قیام اور داخلہ کی اطلاعات "اخبار دبدبۂ سکندری" میں مشتہر ہونے کے باعث مختلف بلاد وامصار سے طلباء کی آمد شروع ہوئی۔ فقیر راقم السطور کے محترم قارئین کے ذوق مطالعہ کے لیے دلچسپی سے خالی یہ امر نہ ہوگا کہ! جامعہ رضویہ منظر اسلام کے قیام کے بعد جو علوم اسلامیہ (عقلیہ و نقلیہ) پڑھائے جارہے تھے، ان سے متعلق ماہر رضویات وممتاز ماہر تعلیم ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محققانہ تحریر ملاحظہ فرمائیں، "دارالعلوم کا نصاب امام احمد رضا نے اجل علماء کی معاونت ومشوروں سے خود ترتیب دیا تھا، تعلیمی معیار کا اندازہ ان کتب تفسیر، احادیث وفقہ سے لگایا جاسکتا ہے جو دارالعلوم منظر اسلام کی اس سند حدیث میں مذکور ہیں جو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں جاری ہوئی تھی، راقم کے سامنے وہ سند فراغت ہے جو حضرت علامہ عبدالواجد رضوی ابن مولانا غازی الدین ساکن گڑھی کپورہ (پشاور، پاکستان) کو ۲۰/ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء کو امام احمد رضا کی حیات میں جاری ہوئی تھیں، اس پر علامہ مولانا حامد رضا خاں صاحب نے بحیثیت مدیر اور علامہ مولانا رحم الٰہی، اور علامہ مولانا ظہور الحسین فاروقی نقشبندی المجددی نے بطور مدرس دستخط فرمائے ہیں۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں "صحاح ستہ" کے علاوہ دیگر تمام مشہور کتب حدیث، مسانید، معاجم اور شروح کا ذکر ہے جو دارالعلوم میں پڑھائی جاتی تھیں۔ مجموعی طور پر ۳۰ علوم کا ذکر ہے۔ جو اس دارالعلوم میں پڑھائے جاتے تھے اور جس کی سند علامہ عبدالواجد رضوی صاحب کو بعد فراغت جاری کی گئی تھی۔ [1]

[1] ڈاکٹر محمد مسعود احمد، "حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی" مطبوعہ ممبئی، صفحہ ۱۱۹، بحوالہ: ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" کا صد سالہ منظر اسلام نمبر صفحہ ۳۹۔

حضرت مولانا سیّد شاہد علی رضوی رامپوری مدظلہ العالی، منظر اسلام کے سالانہ جلسوں کی روداد نقل کرتے ہوئے، اس امر کی بھی تحقیق انیق فرماتے ہیں کہ منظر اسلام میں سب سے پہلے فارغ ہونے والے اور دستار علمیت و فضیلت کی خلعت فاخرہ سر پر سجانے والے فضلاء و علماء کون تھے؟ چنانچہ مفتی سیّد شاہد علی صاحب رقمطراز ہیں: ''فتاویٰ رضویہ از جلد اول تا جلد دوازدہم، مطبوعہ رضا آفسٹ ممبئی۳۔ اشاعت ۲۵؍ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ / اگست ۱۹۹۴ء کے مطالعہ سے منظر اسلام کے زیر تعلیم طلباء کے جو اسماء مبارکہ سامنے آئے وہ مندرجہ ذیل ہیں ان میں سے اکثر وہ حضرات ہیں جنہوں نے عہد رضا ہی میں منظر اسلام سے فراغت بھی پائی۔

۱۔ ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ۔ ۱۳۲۲ھ

۲۔ حضرت مولانا عبد الرشید صاحب کوپاں پٹنہ۔ ۱۳۲۲ھ

۵۸، طلباء کرام کا ذکر کیا ہے کہ جنھوں نے بارگاہ اعلیٰ حضرت سے رجوع کیا ہے، استفتاء لکھا ہے، یہی طلباء یقیناً اعلیٰ حضرت کی حیات مبارکہ ہی میں یعنی ۱۳۴۰ھ تک فارغ التحصیل ہوئے ہوں گے۔[1] سیّد شاہد علی صاحب اپنے تحقیقی مقالہ میں ذیلی عنوان ''عہد رضا اور فضلاء منظر اسلام'' کے تحت ایک جامع فہرست سال فراغت کے ساتھ یوں نقل فرماتے ہیں۔

۱۔ ملک العلماء علامہ ظفر الدین احمد رضوی بہاری، مجرا ضلع پٹنہ ۱۳۲۵ / ۱۹۰۷ء

۲۔ مولانا عبد الرشید عظیم آبادی، کوپاں ضلع پٹنہ ۱۳۲۵ / ۱۹۰۷ء

۳۔ مولانا سیّد عزیز غوث بریلوی، یو۔پی ۱۳۲۵ / ۱۹۰۷ء

---

[1] مولانا سیّد شاہد علی رضوی، ''عہد رضا میں منظر اسلام کے سالانہ جلسے'' ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا صد سالہ منظر اسلام نمبر: اول: ۲۵۵۔

۴۔ مولانا ابو الفیض غلام محمد بہاری ۱۳۲۵ / ۱۹۰۷ء
۵۔ مولانا مفتی نواب مرزا سابق مفتی دارالافتاء بریلی ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء
۶۔ مولانا ظہیر الدین، اعظم گڑھ، یوپی ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء
۷۔ مولانا حفیظ احمد۔ اعظم گڑھ، یوپی ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء
۸۔ مولانا نعمت اللہ نوا کھالی ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء
۹۔ مولانا صدیق احمد نوا کھالی ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء
۱۰۔ مولانا عظیم اللہ مچھلی شہر ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء
۱۱۔ مولانا احمد عالم رجہتی ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء
۱۲۔ مولانا مفتی ابراہیم بلیاوی، یوپی ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء
۱۳۔ مولانا محمد مصطفےٰ رضا قادری، رضا نگر سوداگران۔ بریلی ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء
۱۴۔ مولانا محمد حسنین رضا قادری، رضا نگر سوداگران بریلی ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء
۱۵۔ مولانا سیّد فتح علی شاہ قادری کھروٹہ سیداں ضلع سیالکوٹ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء
۱۶۔ مولانا مفتی غلام جان ہزاروی ضلع ہزارہ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء
۱۷۔ مولانا اکبر حسن خاں رامپوری مصطفیٰ آباد ریاست رامپور یوپی ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء
۱۸۔ مولانا محمد برہان الحق جبلپور ایم پی ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء
۱۹۔ مولانا عبد الواجد رضوی گڑھی کپورہ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء
۲۰۔ مولانا حشمت علی رضوی حشمت نگر پیلی بھیت یوپی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء
۲۱۔ مولانا حامد علی فاروقی ضلع پرتاب گڑھ یوپی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء[1]

قارئین محترم! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ جن طالبین نے تحصیل علم کی تکمیل کے بعد سند فراغت حاصل کی۔ ان میں ہمارے ممدوح محترم علامہ حسنین رضا

---

[1] مولانا سیّد شاہد علی رضوی، "عہد رضا میں منظر اسلام کے سالانہ جلسے" ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا صد سالہ منظر اسلام نمبر: اول: ۲۴۴۔

خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء میں اپنے تایا زاد بھائی اور ہم سبق حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تیس علوم سے آراستہ اور مرصّع ہوئے۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام میں اکابر اور مقتدر علماء و محدثین بطور معائنہ یا ممتحن تشریف لاتے رہے ہیں۔ سطور ذیل میں تشریف لانے والے علماء کرام کے اسماء گرامی، خامۂ راقم کے لیے حق نویسی کی ضمانت اور حاملین مطالعہ کی باصرہ نوازی و فراستِ نوری کا باعث ہوں گے۔

۱۔ سند المحدثین حضرت شاہ وصی احمد محدّث سورتی
۲۔ سراج الفقہاء حضرت محمد سلامت اللہ نقشبندی رامپوری
۳۔ حضرت قاری بشیر الدین جبلپوری
۴۔ عید الاسلام حضرت شاہ عبد السلام جبلپوری
۵۔ صدر الافاضل حضرت سیّد نعیم الدین مرادآبادی
۶۔ فخر السادات حضرت شاہ محمد فاخر صاحب الٰہ آبادی
۷۔ پروفیسر سیّد سلیمان اشرف بہاری
۸۔ حضرت علامہ محمد اکرام الدین بخاری، مسجد وزیر خاں لاہور
۹۔ حضرت علامہ قاضی محمد احسان الحق بہرائچی
۱۰۔ حضرت علامہ محمد یعقوب خاں صاحب بلاسپوری
۱۱۔ حضرت علامہ نور الحسین صاحب رامپوری
۱۲۔ حضرت شاہ غلام جیلانی سجادہ نشین بانسہ شریف
۱۳۔ حضرت علامہ شاہ محمد عمر صاحب حیدرآبادی
۱۴۔ حضرت علامہ عبد المقتدر بدایونی
۱۵۔ حضرت علامہ سیّد دیدار علی شاہ الوری
۱۶۔ حضرت علامہ ہدایت الرسول قادری حنفی رامپوری

۱۷۔ حضرت علامہ سیّد خواجہ احمد صاحب رامپوری
۱۸۔ حضرت علامہ محمد اسمٰعیل حنفی
۱۹۔ حضرت علامہ عبدالاحد حنفی
۲۰۔ حضرت علامہ عبید اللہ حنفی کانپوری
۲۱۔ حضرت علامہ سیّد شاہ محمد اشرف کچھوچھوی
۲۲۔ حضرت علامہ سیّد محمد حمد اللہ صاحب پشاوری
۲۳۔ حضرت ولیٔ نعمت محمد یار خاں بہاولپوری۔ رحمھم اللہ اجمعین

جامعہ رضویہ منظر اسلام کی طلباء کی استعداد و قابلیت علیٰ وجہ البصیرت نہایت ارفع و اعلیٰ ہونے کی اسناد عظیم، متذکرہ عبقری صفات علماء و مشائخ کے دستخط و مواہیر سے مزین ہو کر جاری کی جاتی تھیں۔ خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دو طالب علموں میں ایک تو فقیر راقم الحروف کے سر تاج و مرشد گرامی ہیں، جبکہ دوسرے شاہزادے حضرت حسنین رضا خاں فقیر کے ممدوح محترم ہیں۔ ان دونوں کے امتحان کے حوالے سے ممتحن کی رائے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

"طلباء نے امتحان بہت عمدہ و اعلیٰ درجہ کا دیا، کل نظم و نسق مدرسہ اور طرز تعلیم و طریقۂ درس و تدریس نہایت فائق و شائستہ ہے۔ اور مدرسین طلباء ہر طرح پر قابل آفرین و تحسین ہیں۔ فارسی کتب درسیہ اور ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی، ایسا غوجی، شرح تہذیب، قطبی، ملا حسن، حمد للہ، شرح وقایہ، ہدایہ، نور الانوار، شفاء شریف وغیرہا کتب زیر درس میں جو مقام طلباء کے سامنے امتحاناً پیش کیے گئے۔ عبارتیں صحیح پڑھ کر مقاصد کتاب و مطالب عبارات کو بعض طلباء نے معاً بعض نے تاملاً معقول طور پر اچھی طرح بیان کیا خصوصاً میاں مولوی مصطفیٰ رضا خاں اور میاں مولوی حسنین رضا خاں نے جس عمدگی اور خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ نہایت بلند مرتبہ کا شاید وباید

محققانہ امتحان دیا۔ حق تو یہ ہے کہ وہ انہیں کا حصہ تھا۔ بارك الله فی علمها وفهمها، اتنی قلیل مدت میں اس مدرسہ کا ایسا نمایاں عالی مفاد اور طلباء کا فی استعداد آپ ہی اپنا نظیر اور روشن دلیل انتقاد ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر و برکت اور روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ [1]

دستخط (حضرت عید الاسلام علامہ عبد السلام جبلپوری رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت علامہ حسنین رضا خاں صاحب نے معقولات کی چند کتب، مناظر اہلسنت حضرت علامہ ہدایت رسول صاحب رامپوری سے بھی رامپور جاکر پڑھیں۔ نیز قطب الارشاد حضرت علامہ مفتی ارشاد حسین رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں بھی شریک ہوکر مستفاد ہوئے۔ اعلیٰ حضرت سے شرف تلمذ کے ساتھ ساتھ، اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔

حضرت علامہ حسنین رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مادر علمی میں بحیثیت مدرس خدمت سرانجام دیتے رہے، بحیثیت مدرس تقرر کے لیے سفارش اعلیٰ حضرت قدس السرہٗ نے فرمائی تھی اور تقرر حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو مہتمم اول حضرت استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال (۲۲ر مضان المبارک ۱۳۲۶ھ / ۱۸/ اکتوبر ۱۹۰۸ء) کے بعد "منظر اسلام" کے مہتمم مقرر کیے گئے تھے۔

حضرت علامہ حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے معروف تلامذہ میں شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خاں، حضرت مولانا ابرار حسن صدّیقی تلہری، مولانا حامد علی رائے پوری، مولانا سردار علی خاں عرف عزو میاں، مولانا ادریس رضا خاں، مولانا اعجاز ولی خاں اور مولانا تقدس علی خاں بریلوی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ (ان سطور کے لکھتے وقت

---

[1] المرجع السابق ص ۲۵۵۔

آج ۲۳ر رجب ہے اور آج ہی حضرت استاذ العلماء مفتی تقدس علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مقدس ہے)۔

حضرت کے کارنامے:

جامعہ رضویہ منظر اسلام میں تدریسی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے ساتھ ساتھ بریلی شریف سے ایک ماہنامہ "الرضا" جاری کیا۔ یہ ماہوار جریدہ بہت معروف ہوا، امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں اس کے متعدد شمارے شائع ہوئے۔ جغرافیائے ہند کے بلاد وامصار میں بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا تھا۔ حسنی پریس کی نگرانی اور اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کی اشاعت کی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے پورا کرتے تھے، نیز حالت حاضرہ کے تحت مختلف فتنوں (تحریک ترک موالات، تحریک ہجرت، متحدہ قومیت، ندوہ تحریک، مرزائیت و قادیانیت، فتنہ وہابیت) کی بیخ کنی کے لیے اور اسلامیان ہند کے ایمان و عقائد کو بچانے کے لیے پمفلٹ، رسائل اور کتابچے شائع کرکے مفت تقسیم کرتے تھے حضرت مولانا حسنین رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا سبطین رضا رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے کارناموں کو اختصار و اجمال سے یوں بیان کرتے ہیں:

"جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی شاندار خدمات میں آپ کا نمایاں حصہ تھا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ جس میں علماء و مشائخ کے علاوہ شہر و بیرون شہر کے بہت سے روسأ و وکلاء اور بیرسٹران نیز سیاسی لیڈر حکام اور اعلیٰ افسران، امیر و غریب غرض یہ کہ ہر طبقے کے لوگ شامل تھے جو آپ کے علم و فضل کے دل سے معترف تھے اور آپ کا ادب واحترام پوری طرح ملحوظ رکھتے تھے، ان کی نشست گاہ پر صبح سے لے کر شام تک مقامی و بیرونی لوگوں کی آمد و رفت کا تانتا بندھا رہتا تھا"۔

آپ کی مجالس اور ذہانت:

آپ سے ملنے والوں میں ذاتی احباب کے علاوہ ضرورت مند بھی کثیر تعداد میں ہوتے تھے۔ ہمہ وقت مجلس گرم رہتی مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی لیکن کبھی غیر مہذب وناشائستہ گفتگو نہ فرماتے انداز گفتگو پیارااور دلپذیر ہوتااور بات اتنی ٹھوس فرماتے کہ مخاطب کے دل میں اتر جاتی اور وہ مطمئن ہو جاتا، طبیعت اتنی مرنجان مرنج اور شگفتہ پائی تھی کہ کیسا ہی مغموم ومتفکر انسان آپ کے پاس آتا لیکن تھوڑی ہی دیر میں سارارنج و غم بھول جاتا۔ ہر ماحول میں اپنے لیے گنجائش پیدا کرلینا اور بر وقت و برجستہ دماغ سے ایسی بات نکالنا کہ جو پورے ماحول پر اثر انداز ہو اس میں کمال حاصل تھا۔ غرض یہ کہ بر محل گفتگو حاضر دماغی اور ذہانت بلا کی پائی تھی۔ شیخ الادب حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب اعظمی نے (انھیں بھی حضرت سے فخر تلمذ حاصل تھا) والد ماجد کی ذہانت کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا کہ جس زمانے میں حضرت درس دیتے تھے معقولات کی بڑی بڑی کتابیں آپ کے پاس رہا کرتی تھیں۔ کبھی کبھی ایسا ہوا کرتا کہ کسی ضرورت سے باہر تشریف لے جاتے ہفتہ عشرہ بعد شب میں واپس ہوتے اور صبح کو بغیر مطالعہ کیے درسگاہ میں تشریف لے آئے اور پڑھانا شروع کر دیا، مشکل سے مشکل سبق ہوتا، طلباء جو اس وقت محنتی اور ذہین ہوتے تھے ہر طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ کرتے اور آپ سب کو یکے بعد دیگرے مسکت اور تسلی بخش جواب دیتے تھے۔ دوران سبق محسوس نہ ہونے دیتے کہ بغیر مطالعہ پڑھا رہے ہیں۔[1]

سماجی خدمات:

مسلمانوں اور بالخصوص غریب مسلمانوں سے آپ کو ہمیشہ قلبی تعلق اور گہرا لگاؤ رہا۔ جہاں امرا ٔ و روسا ٔ آپ کی محفل میں ہوتے وہاں بہت سے ضرورت مند

---

[1] ماخوذ ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۱۹۸۱ء۔

غریب بھی بیٹھے نظر آتے، کسی کو نوکری کی تلاش ہے، کسی کو امداد چاہیے، کوئی اپنے مقدمہ میں آپ کی سفارش کا طلبگار ہے، کسی کو اسکول یا کالج میں بچے کی فیس معاف کرانا ہے، غرض یہ کہ ہر قسم کی ضرورتیں لے کر لوگ آپ کی خدمت میں آتے رہتے اور کوئی ضرورت مند کسی وقت بھی آجاتا، آپ اپنے تمام ضروری کاموں کو پس پشت ڈال دیتے، پہلے اس کی سرگذشت سنتے اور اس کا کام کرنے کو تیار ہوجاتے۔ شہر اور اس کے نواح میں تمام سرکاری و نیم سرکاری، محکموں کچہریوں، اسکولوں، کالجوں میں آپ کے جاننے والے آپ سے عقیدت و محبت رکھنے والے بے شمار لوگ موجود تھے، لہٰذا کسی کے نام سفارشی خط لکھ دیا، ضرورت محسوس کرتے، تو بہ نفس نفیس تشریف لے جاتے۔ ضرورت مند نے اگر سواری کا انتظام کرلیا ہے، تو فبہا! ورنہ اپنی جیب خاص سے کرایہ کی ادائیگی کر کے خود ہی سواری کا انتظام کر کے حاجتمند کو ساتھ لے گئے۔ کبھی ایسا بھی ہو تا کہ ضعیف العمری کے باوجود پیدل تشریف لے جاتے۔ حاجتمندوں کے کام آنا، زندگی کا بہترین مشغلہ تھا، جو اس وقت تک جاری رہا، جب تک قویٰ میں توانائی باقی رہی۔ بلا مبالغہ سینکڑوں افراد کو ملازمتیں دلوادیں۔۔۔ ناحق گرفتار ملزمان کو رہا کروادیا۔۔۔ جبکہ بعض کی سزائیں معاف کروادیں یا بعض کی سزائیں کم کروادیں۔ مسلمانوں کے آپس میں، رنجشیں یا تنازعات و اختلافات میں صلح کرانے کے عملِ حَسن میں صبح تا نصف شب مشغول رہتے۔ مخلوق خدا کی بے لوث خدمت میں گھر کا قیمتی سامان بھی ایثار کرنے سے گریزاں نہیں ہوتے تھے۔ کوئی عاریتاً بھی سامان لیتا اور بعد استعمال واپس نہیں کرتا، تو آپ کبھی تقاضا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اشارۃً یا کنایتاً بھی توجہ نہیں دلواتے تھے۔ اس ضمن میں بقول مولانا سبطین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ! کہ میری والدہ (اپنی اہلیہ) کا زیور، ایک صاحب کے عرض کرنے پر اُن کی اہلیہ کے استعمال کے لیے مستعار دیدیا، انھوں نے

تاحیات واپس نہیں کیا، جبکہ آپ نے کبھی اُن سے تقاضا نہیں کیا۔ اس سے بہتر آج کی دنیا میں ایثار و قربانی کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے احباب میں سے کبھی کسی کی معمولی سی دلشکنی گوارانہ فرمائی، آپ کی زندگی اس سلسلے میں شاعر کے اس شعر کا صحیح مصداق تھی کہ ؎

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو[1]

دین سے محبت اور اولاد کی تربیت:

دین پر خود بھی استقامت کے ساتھ عامل رہے، نیز "جماعت رضائے مصطفیٰ" کے پلیٹ فارم سے حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ سے شانہ ملا کر اور مفتی سیّد نعیم الدین مرادآبادی کے قدم سے قدم ملا کر شدھی تحریک کے انسداد میں سر دھڑ کی بازی لگادی۔ ہزاروں مسلمانوں کے ایمان کو بچایا۔ اور ان کی مدد کے لیے "جماعت انصار الاسلام" بھی قائم کی۔ مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تینوں بیٹوں کی نہایت اعلیٰ تربیت فرمائی، تینوں کو عالم دین بنایا۔ فرزند اکبر مخدوم ملت، امین شریعت حضرت مولانا سبطین رضا خاں مدظلہ العالی حیات ہیں، ان کی ولادت جمادی الاول ۱۳۴۶ھ / نومبر ۱۹۲۷ء میں ہوئی۔ اس وقت ماشاء اللہ ۸۸ برس کی عمر شریف میں دنیائے سنیت کے لیے منبع برکات ہیں۔ منجھلے فرزند صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خاں قادری رضوی نوری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت شریفہ ماہ شعبان ۱۳۴۹ھ / دسمبر ۱۹۳۰ء میں ہوئی، جبکہ آپ کا وصال جمعہ ۱۸/رجب ۱۴۲۸ھ / ۲/اگست ۲۰۰۷ء کو ہوا۔ فرزند اصغر حضرت صوفی باصفا علامہ محمد حبیب رضا خاں قادری دامت برکاتہم وفیوضہم کی ولادت مبارکہ جمادی الاول ۱۳۵۲ھ / اگست ۱۹۳۳ء میں ہوئی۔ ۱۹۷۸ء

[1] ماخوذ ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۱۹۸۱ء۔

سے مسند افتاء پر فائز ہیں اس وقت ماشاء اللہ ۸۲ سال کی عمر شریف کے ساتھ بقید حیات ہیں۔ماہنامہ ''سنّی دنیا'' کے دفتر کی نگرانی حضور تاج الشریعہ کے حکم پر فرماتے ہیں۔

تصانیف:

۱۔دشت کربلا
۲۔نظام شریعت
۳۔اسباب زوال
۴۔سیرت اعلیٰ حضرت وکرامات
۵۔وصایاشریف
۶۔غیر مطبوعہ نعتیہ دیوان

آپ کے والد گرامی استاذ زمن شہنشاہ سخن حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نعتیہ شعر بہت معروف ہے

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاک حضور
تو پھر کہیں گے ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

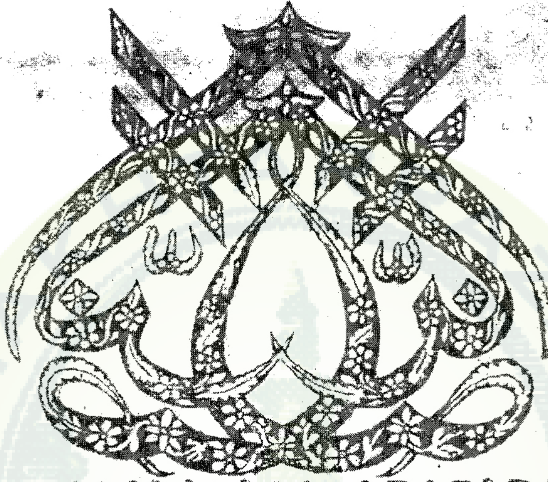
اسی مفہوم کو ادا کرتے ہوئے ایک نعت شریف کا مطلع یوں کہا ہے،

تری نعل مقدس جس کے سر پر سایۂ گستر ہے
وہی فرمانروائے ہفت کشور ہے سکندر ہے

وصال باکمال:

حضرت علامہ حسنین رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اکیانوے (۹۱) برس کی عمر شریف میں، ۵ صفر ۱۴۰۱ھ / ۱۴؍دسمبر ۱۹۸۰ء میں بروز اتوار وصال پر ملال فرمایا۔ دوران غسل بآواز بلند، زبان سے اسم جلالت ''اللہ'' ادا فرمایا۔ یہ روایت حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید خاص سیّد اعجاز رضوی صاحب نے بیان فرمائی۔





علمی + مذہبی + اخلاقی + ادبی + تمدنی + تاریخی + ماہوار رسالہ

جسکو

خاکسار حسنین رضا خان مدیر رسالہ ہذا

نے

محلہ سوداگران بریلی سے شائع کیا

اور

مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں باہتمام مولانا مولوی

حکیم محمد امجد علی صاحب طبع ہوا

معراج جسمانی

خداوند عالم نے جس قدر انبیائے کرام اس عالم کون و فساد میں بھیجے ہیں، ان سب کو بعض ایسی نشانیاں دے دی ہیں جو تعجب خیز اور حیرت انگیز ہونے کے سبب ان کی دلیل نبوت و فرستادۂ خدا ہونے کی علامت ہوتی ہیں۔ ان نشانیوں کو معجزات [1] کہتے ہیں۔ جیسے حضرت صالح عَلَیْہِ السَّلَام کا ناقہ، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا عصا، سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی شان مسیحائی، اسی طرح کے بہت سے معجزات جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیمات کی ذات بابرکات میں ظاہر فرمائے ہیں۔ منجملہ ان کے معراجِ جسمانی بھی ہے، جو ہجرت مدینہ طیبہ سے ایک سال قبل واقع ہوئی۔ چونکہ یہ معجزہ ہے اور معجزہ کی شان ہی یہ ہے کہ ناظر کو حیرت میں ڈال دے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے اس میں اختلاف کیا، ان میں سے متقدمین کا خلاف تو بعض ضعیف روایات پر مبنی تھا، جس کو علمائے سلف نے نہایت نفیس پہلو میں صاف فرمادیا ہے۔ اس وقت اس کی مدلل بحث ایک دوسرے موقع کے لیے اٹھا رکھی گئی ہے۔ اور ہمارے معاصرین کا خلاف یا متفلسف ہونے کی حیثیت سے ہے یا فلاسفہ کے پوچ و لچر اصول سے مغلوب ہو کر یا ان بعض بدباطن نفوس کی خباثت سے ہے جو شانِ رسالت کو ہمیشہ گرا کر دکھانا چاہتے ہیں۔ اس دینی مذہبی مقدس مسئلہ کو اگر فلسفی نقطۂ

[1] ”معجزہ“، کلمہ ”عجز“ سے مشتق ہے، اس کی تعریف یہ ہے کہ جس اَمر کی انجام دہی عام طور پر کسی انسان کی عادت کے موافق نہ ہو، بلکہ محال و ناممکن ہو، مگر وہی عمل کسی اور سے صادر ہو جائے، تو عاجز انسان کے سامنے امر محال کا ممکن الوقوع ہونا ”معجزہ“ کہلاتا ہے۔ (صدیقی نوری غفرلہٗ)

نظر سے دیکھا جائے تو دو باتیں غور طلب ہیں ایک یہ کہ اتنی قلیل مدت میں کرۂ ارض سے نکل کر ملاء اعلیٰ کی سیر کر آنا، آیا ایسی سریع حرکت ہو سکتی ہے یا نہیں دوسرے یہ کہ کسی جسم کا اجرام فلکیہ میں ہو کر گزرنا ممکن ہے یا نہیں۔

حرکت کی انتہائی سرعت ہم ہر صبح کو طلوع آفتاب کے وقت روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ آفتاب جو تیرہ لاکھ [1] تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر ہے وہ دم کے دم میں کنارۂ افق سے طلوع کرتا ہے جب تم اس امر میں غور کرو گے کہ اتنے بڑے جسم نے آغاز طلوع سے ختم طلوع تک کتنی مسافت طے کی تو یقیناً اس نتیجے کو پہنچو گے کہ قرص شمس [2] نے چند لمحوں میں کروڑہا میل مسافت طے کرلی اور یوں حرکت سریعہ کے ممکن الوجود بلکہ کثیر الوقوع ہونے کا کامل یقین ہو جائے گا اب اگر کوئی حرکت اس سے بھی زیادہ تیز مان لی جائے تو اس کا امکان استحالہ [3] سے نہیں بدل سکتا جب حرکت خواہ کتنی ہی سریع و اسرع ہو، ممکن ٹھہری تو تحت قدرت خداوندی ہونے میں کون کلام کر سکتا ہے؟ جبکہ ہر ممکن کا تحت قدرت خداوندی ہونا فلاسفہ کو بھی تسلیم ہے۔ فلک چہارم کے ایک ستارے کو جب خداوند عالم نے اتنا سریع السیر [4] بنایا ہے، تو اس پر کونسا استحالہ قائم ہے کہ اس نے

---

[1] ممتاز سائنٹسٹ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس السرہ القوی لکھتے ہیں، ”ہیئات جدیدہ میں آفتاب، ۱۲ لاکھ پینتیس ہزار ایک سو تیس زمینوں کے برابر، اور بعض نے دس لاکھ، بعض نے چودہ لاکھ دس ہزار لکھا اور ہم نے مقررات جدیدہ پر بربنائے اصل کروی حساب کیا تو تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر آیا۔ (فوزِ مبین در ردّ حرکت زمین، صفحہ ۹۶)

[2] ”قرص شمس“، یعنی سورج کی ٹکیہ، سورج کو گول ہونے کی وجہ سے فارسی میں اور قدیم ہندی و اردو میں ”قرص شمس“ کہتے تھے۔ اس سے سورج کا گھیرا، منڈل اور کنڈل مراد ہے۔

[3] ”استحالہ“، یعنی محال، دشوار، حالت کا بدلنا، ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنا۔ (صدّیقی نوری غفرلہٗ)

[4] ”سریع السیر“، یعنی تیزی سے سیر کرنے والا۔ (صدیقی نوری غفرلہٗ)

اپنے حبیب لبیب ﷺ کی سواری (براق) کو اس سے بھی زیادہ تیز رفتار کر دیا ہو۔ بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ سرے سے معجزے کی بنیاد ہی کمال سرعت پر رکھی گئی ہے بلکہ مقتضائے حکمت بھی یہی ہے، اس لیے کہ آفتاب میں سست گامی نہ کوئی عیب، اور نہ تیز روی کوئی صفت کمال، بخلاف سواری کے کہ وہ جتنی دیر میں مسافت طے کرے، اسی قدر بری اور جس قدر جلد منزل مقصود کو پہنچادے اتنی ہی قابل تعریف کہی جاتی ہے۔ باقی یہ کہ آیا کوئی جسم ملاء اعلیٰ تک جاسکتا ہے یا نہیں نیز یہ کہ فلک خرق[1] بالتیام کو قبول کرتا ہے یا نہیں اس کا بھی اُن برگزیدہ انسانوں کو کروڑوں بار مشاہدہ ہو چکا ہے، جنہیں خود فلاسفہ بھی انفاس قدسیہ کے معزز خطاب سے یاد کرتے ہیں، یعنی انبیائے کرام، ملائکہ عظام کو آسمانوں میں آتا جاتا دیکھتے اور درہائے فلک کا کھلنا بند ہونا ملاحظہ فرماتے رہے ہیں۔ جب انہیں کے ارشادات (جو ہمارے اور فلاسفہ دونوں کے نزدیک انفاس قدس ہیں) خرق والتیام کے مؤید ہیں تو فریقین میں سے کسے مجال انکار ہو سکتی ہے۔ اور جو ان پر ایمان نہ رکھے اس کے لیے اجمالاً یہ اشارات کافی۔ استحالہ خرق والتیام یوں مانتے ہیں کہ بے حرکت اَینیہ[2] نہ ہو گا اور حرکت اینیہ میں قصد جہت ضرور، تو متحرک سے پہلے جہات[3] کا تعین لازم اور

---

[1] پھٹنا، الگ الگ ہونا پھر مل جانا اس کی وضاحت یوں ہے کہ فلک یعنی آسمان کا کسی کے لیے کھلنا، راستہ دینا اور پھر حالت سابقہ پر لوٹ جانا۔ (صدیقی نوری غفرلہٗ)

[2] "اینیہ"، خلاء "Space"، خلا میں ہوا نہیں ہوتی اور حرکت بھی نہیں ہوتی، "خلا" میں حرکت کے لیے "سمت" کا تعین ضروری ہے۔ وگرنہ جہت نہ ہونے کے سبب ماحول یکساں ہوتا ہے۔

[3] یعنی کسی وجود کی حرکت سے قبل سمت کا ہونا لازم۔ اور اگر فلک کو جہات کی حدود میں قید مانا جائے، تو اس میں واقع ہونے والی حرکتِ جسم کی قدر و قیمت کا پیمانہ ممکن نہیں۔ لہٰذا اجرام فلکی میں تبدیلی (یعنی پھٹنا) واقع ہونا یا ایک سے زائد اجرام کا آپس میں ملنا (یعنی ایک دوسرے میں ضم ہونا یا جُڑ جانا) ممکن ہی نہیں رہے گا، اسی لیے ماہرین فلکیات اس اَمر کو درج ذیل وجوہات کی بنیاد پر باطل کہتے ہیں۔

یہاں خود فلک ہی محدّد جہات ہوا، اس پر حرکت اینیہ محال، لاجَرم خرق والتیام بھی اور یہ بوجوہ باطل ہے۔ اولاً (ا) فلک کا محدد جہات ہونا ہی مسلم نہیں جہتِ تحت محدد مرکز زمین ہے اور جہتِ فوق محدود ہی نہیں۔ (دیکھو کتاب مبارک فوز مبین) ثانیاً تحدید جہت قبل حرکت ضرور ہے نہ کہ قبلِ متحرک، تو فلک کا ابتداً محدد ہونا انتہائی حرکت اجزا کا کیا منافی ہے؟ اگرچہ قسر یہ ہو اور قسر بے میل طبعی نہیں ہو سکتا باطل (دیکھو کتاب موصوف) ثالثاً خود فلاسفہ کے نزیک ہر جسم کے لیے

(ا)۔ اصولی طور پر افلاک کو جہات میں جکڑا ہوا ہونا، امر مسلمہ نہیں، جبکہ زمین کے مرکز کے نیچے جہت کو جکڑا ہوا ہے، اور بلندی پر سمت محدود نہیں ہوتی۔

(ب)۔ جسم و وجود کی حرکت سے قبل سمتوں کی حدود کا تعین ضروری ہے، فلک کا اپنی حدوں میں جکڑا ہوا ہونا، متحرک کی حرکت کے منافی نہیں، جبکہ حرکت کے لیے زور، قوت اور مواقع موجود ہوں۔ اور طبعی اعتبار سے کسی وجود کے لیے کسی مقام پر پہنچنے کی قوت یا پہنچانے کی قوت کے لیے میلان طبعی ضروری نہیں۔ (فوز مبین ص ۴۷)۔

(ج)۔ جدید سائنس کے فلاسفہ کے نزدیک علم طبعیات کا اصول مسلمہ مانا گیا ہے، کہ ہر جسم کا ٹھہرنے اور قرار حاصل کرنے کا ایک مقام ہے، جسے فزکس کے اصول کے مطابق "حیِّز طبعی" کہتے ہیں۔ اس اصول کے مطابق "معراج جسمانی" ثابت ہے، کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ عزّ وجل نے اپنے عرش سے بھی بلند لامکاں کی منزل میں اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تخلیق فرما کر یہیں "کون و سکون" عطا فرمایا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق ارض و سما اور تخلیق انس و جاں کے بعد اپنے محبوب مکرم ﷺ کو دنیا میں مبعوث فرمایا، تو اس مشاہدۂ قدم کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ لامکاں سے اس امکاں میں تشریف لانے کے بعد پھر دوبارہ نہیں جاسکتے۔ کیونکہ "حیِّز طبعی" کے حوالہ سے اصل مقام سکون و قرار تو وہی ہے جہاں سے پیارے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف لائے ہیں۔ اس امر کو یوں سمجھنا چاہیے کہ ہر شے میں اللہ تعالیٰ نے میلان طبعی رکھا ہے جس کے نتیجے میں اشیاء ایک دوسرے سے مانوس ہوتی ہیں، ماحول سے مانوس ہیں تو ماحول میں ہی قرار و سکون ہو گا۔ اس لیے کہ شئے کے لیے وہی ماحول یا دوسری شے سے میل جول اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے۔ اسی اصول کے تحت یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کے لیے طبعی میلان اور کائنات ارضی و سماوی =

تّیز طبعی ہے اور حیزّ طبعی وہ کہ طبیعتِ جسم اس میں کون و سکون چاہے اور اگر اس سے باہر کیا جائے بالطبع اس میں پھر آنا چاہے یہی مبدء میل مستقیم[1] ہی ٹھہرے تو انسان کا گزر کیونکر محال ہو سکتا ہے جبکہ تمام اجسام ماہیت کلیہ مشترک ہیں دوسرے یہ کہ آسمانوں میں دروازے ہونا ہی خرق والتیام کا کافی ثبوت ہے، کھلنا، بند ہونا۔۔۔ جس کا مقتضٰی[2] بشرط خروج وعود ہے، اس کے لیے نہ وقوع عود لازم۔ نہ امکان خروج ضرور۔ کہ یہ اقتضا سے خارج امور ہیں۔ کلام اس میں ہے کہ خروج فرض کیا جائے تو اس کی طبیعت میں کوئی ایسی چیز ہے کہ اسے پھر یہاں لانا چاہے یا نہیں! اگر نہیں! تو حیز طبعی نہ ہوا اور اگر ہاں! تو اسی مقتضی کا نام مبدء میل مستقیم ہے، تو ثابت ہوا کہ فلک میں مبدء میل مستقیم ہے تو حرکت اینیہ کیا محال رابعاً بلکہ فلک پر حرکت مستدیرہ[3] محال ہونی چاہیے، اس کی قابلیت یوں بیان کی جاتی ہے کہ فلک بسیط ہے اس کے اجزاء متحد الطبع ہیں تو کسی جز کیلئے وضع لازم نہیں، بلکہ تمام اوضاع سے نسبت یکساں ہے اور جب ایک وضع کا لزوم نہیں تو ہر جز پر ایک سے دوسری

= کے ہر مقام میں طبعی میلان تخلیق فرمادیا ہے یعنی دوسری اشیاء تو اپنے میل طبعی کے باہر کے عوامل میں اپنی حیثیت باقی نہ رکھ سکیں گی۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وجہہ تخلیق کائنات ہیں۔ اسی لیے آپ ﷺ ہر مقام و عمل کے داخلی و خارجی عوامل میں بھی اپنی اعلیٰ ترین عظمتوں اور فضیلتوں کے ساتھ رہ سکتے ہیں کہ ہر ماحول آپ سے مانوس ہے، الغرض آپ سب کی اصل ہیں۔

[1] "مبدء میل مستقیم" یعنی اللہ تعالیٰ نے آغاز میں جو "انس" تخلیق فرمایا ہے۔

[2] آسمانوں میں دروازوں کا نصب ہونا، ظاہر ہے اسی لیے ہے کہ جو پس آسماں ہے، باہر آئے اور جو پیش آسماں ہے، اپنے جوہر میلان کی بنا پر داخل ہو۔ لیکن یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ ضروری نہیں پس آسمان، اجسام کا خروج ضرور ہو اور پیش آسمان، اجسام افلاک میں داخل بھی ہوں۔ (صدّیقی نوری غفرلہٗ)

(د)۔ اللہ تعالیٰ نے افلاک کو بسیط یعنی پھیلا ہوا تخلیق فرمایا ہے تو اس کی تخلیق کے اجزاء طبعی طور پر متحد ہو کر ہموار و یکساں ماحول بناتے ہیں، لہٰذا ایسے میں "حرکت مستدیرہ" ممکن نہیں۔

[3] "حرکت مستدیرہ"، دائرے کی شکل میں حرکت، محوری گھومنا۔

کثیر کی طرف انتقال جائز ہو گا تو حرکت مستدیرہ جائز ہوئی۔ مگر نہ جانا کہ اسی نے حرکت مستدیرہ محال کر دی، کہ جب اوضاع کثیر ہیں اور ہر جز کو سب سے نسبت یکساں، اور حرکت واقع نہ ہو گی مگر ان میں ایک کی طرف تو یہ ترجیح بلا مرجح[۱] ہے۔ طبیعت سے اس کا ہونا خود محال اور تمہارے نزدیک ارادے سے بھی محال۔ ورنہ فاعل مختار[۲] پر ایمان لاتے۔ اور فلک پر قاسر بھی محال۔ لاجرم[۳] بہمہ وجوہ حرکت مستدیرہ محال۔ اور جب اس میں مبدء میل مستدیر نہ ہونا ثابت ہوا، اور تمہارے نزدیک میل سے خلو محال۔ لاجرم فلک میں مبدء میل مستقیم ہے تو خرق و التیام بداہۃً[۴] جائز ان تمام مباحث کی تحقیق اسی کتاب فوزمبین میں دیکھیے۔

خامساً اگر اس سب سے قطع نظر ہو تو محدد جہات تو فلک اعظم ہے، جسے تم عرش کہتے ہو تو غایت یہ کہ عرش کا خرق محال ہوا، سماوات کے خرق میں اصلاً کوئی بھی محذور نہیں اور قرآن کریم پر ایمان لانے والا تو ایمان رکھتا ہے کہ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ آسمان ضرور شق ہوں گے۔ ھذا اجمال الکلام وللتفصیل مقام اٰخر۔

کتاب مستطاب موصوف میں یہ بحث اعلیٰ درجہ کمال پر طے ہوئی ہے۔ اٹھارہ وجوہ قاہرہ سے خرق فلک کا جواز ثابت فرمایا ہے۔ وباللہ التوفیق



---

[۱] "ترجیح بلا مُرجّح"، یعنی کسی فاعل کے بغیر ایک چیز کو دوسری چیز پر غلبہ دینا۔

[۲] "فاعل مختار"، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس۔

[۳] "لاجَرَم"، لازم، ضروری۔

[۴] "بداہۃً"، یعنی اچانک کسی بات کا وقوع ہو جانا۔ بے سوچے سمجھے ہو جانا۔

(س)۔ اگر یہ تسلیم کیا جائے "فلک اعظم" ہی "عرش" ہے اور اس کا "فرق" محال ہے، یعنی اس میں کوئی نہیں جاسکتا، اس لیے کہ عرش عظیم ہر سمت و جہت سے محدد ہے، تو دیگر آسمانوں میں داخل ہونا اور نکلنا ممکن ہے اور اس پر ایمان بھی ہونا چاہیے کہ فلک کے خرق والتیام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے، پارہ: ۳۰، سورۃ الانشقاق، ابتدائی آیات۔ (صدیقی نوری غفرلہٗ)

انجمن ضیاءِ طیبہ کی مطبوعات



۱۔ضیائے محرم الحرام ۲۔ ضیائے صفر المظفر ۳۔ضیائے ربیع الاول
۴۔ضیائے ربیع الثانی ۵۔ضیائے جمادی الاول ۶۔ضیائے جمادی الثانی
۷۔ضیائے رجب المرجب ۸۔ضیائے شعبان المعظم ۹۔ضیائے رمضان
۱۰۔ضیائے شوال المکرم ۱۱۔ضیائے ذوالقعدہ ۱۲۔ضیائے ذی الحجہ
۱۳۔گلستان رمضان ۱۴۔ الوظیفۃ الکریمۃ ۱۵۔ضیائے درود
۱۶۔اربعون حدیثا النبویۃ (عربی) ۱۷۔ضیائے طیبہ (قصیدہ بردہ شریف)
۱۸۔ضیاء الدعا (مسنون دعائیں) ۱۹۔ضیائے حج (حج کے مسائل)
۲۰۔ضیائے عمرہ (عمرہ کے مسائل) ۲۱۔ضیائے حج وعمرہ (حج وعمرہ کے مختصر مسائل)
۲۲۔ضیائے طواف (طواف کی دعائیں) ۲۳۔ کتاب دعوات والاذکار
۲۴۔قربانی کے فضائل ومسائل ۲۵۔مسلک۔۔کیا۔۔کیوں۔۔کونسا۔۔؟؟
۲۶۔وسیلہ۔۔کیا۔۔کیوں۔۔کیسے۔۔؟؟ ۲۷۔ تین اہم فتاویٰ
۲۸۔کس کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے؟ ۲۹۔فتویٰ...اقامت میں کب کھڑے ہوں؟
۳۰۔گیارہویں شریف کی شرعی حیثیت ۳۱۔لوگ کیا کہیں گے؟
۳۲۔اعلام الاذکیاء باثبات علوم غیب لخاتم الانبیاء ۳۳۔ضیائے قرآن
۳۴۔سنّی کانفرنس کا تاریخی تسلسل ۳۵۔اسلامی حدوداور تعزیرات
۳۶۔حکمرانوں کی بے حسی اور معیشت کی تباہ کاری ۳۷۔قرأۃ العیون
۳۸۔اسلام میں اخلاقیات اور ہماری ذمہ داریاں ۳۹۔ لفظوں کی حرمت اور ابدی نعمت
۴۰۔مفید النساء (خواتین کے خصوصی مسائل) ۴۱۔رسول اللہ ﷺ کا حج
۴۲۔فضائل مدینۃ الرسول ﷺ ۴۳۔الاسراء والمعراج (معراج رسول ﷺ)
۴۴۔معراج سیر گاہ مصطفیٰ ﷺ کہاں سے؟ کہاں تک؟ ۴۵۔ محفل میلاد اور علماء عرب

۴۶۔ضیائے میلادالنبی ۴۷۔میلادالنبی کب ہے..؟مطالعہ تاریخی تسلسل
۴۸۔عید میلادالنبی اور دہشت گردی ۴۹۔گستاخی واہانتِ رسول کی عالمی مہم
۵۰۔تلخیص "گستاخی واہانتِ رسول" ۵۱۔بارہ ربیع الاول تاریخ ولادت؟ یاوفات؟
۵۲۔فضائلِ اہل بیت ۵۳۔ذاکر نائیک کی یزید سے محبت
۵۴۔علی سے پوچھ کتنا عظیم ہے صدیق ۵۵۔آئینہ عشق رسول ﷺ میں دو عکس
۵۶۔غزوۂ احد اور سیّد الشہداء رضی اللہ عنہ ۵۷۔اسمائے شرکائے بدر و شہدائے احد و کربلا
۵۸۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سیرت احادیث میں نہ کہ فلم "The Message" میں
۵۹۔ضیائے گیارہویں ۶۰۔پیغامات غوثیہ ۶۱۔پیغامات رضویہ
۶۲۔سیرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ ۶۳۔اس صدی کا مجدد کون؟
۶۴۔ضیائے حدائق بخشش (حدائق بخشش کے سو سالہ جشن پر ایک تاریخی دستاویز)
۶۵۔امام احمد رضا رضی اللہ عنہ اور احترام سادات ۶۶۔امام احمد رضا رضی اللہ عنہ تجدیدی کارنامے
۶۷۔مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۶۸۔ضیائے کنزالایمان
۶۹۔محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ ۷۰۔گلشن رضویہ کے دو پھول
۷۱۔بیہقیٔ وقت (سوانح مفتی منظور احمد فیضی رحمۃ اللہ علیہ)

۷۲۔ Muhaddith Surti (An Erudite of Modern Muslim India)
۷۳۔ Giving Azaan at the Grave
۷۴۔Calling The Prophet a "Man" or "Brother"
۷۵۔Innovation (Bidat) in Islam
۷۶۔ Fatiha 3days, Ten days & 40 days
۷۷۔Taqleed Following the four Imams
۷۸۔Attaining Help from the Prophets and Saints
۷۹۔Dua after the Janazah Salaah
۸۰۔Perform Zikr Loudly
۸۱۔The Urs Anniversary on the Departure of Asaint
۸۲۔Loudly Reciting the Kalimah while Carrying the Janazah
۸۳۔Calling Out Ya Rasoolallah
۸۴۔Kissing the Thumbs on Hearing the name of The Prophets
۸۵۔ The Standing Salam
۸۶۔Celebrating the Birth of The Prophet "Meelaad"
۸۷۔Placing Flowers & Sheets on and Brightening the Graves

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ حسنین رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

تری نعل مقدس جس کے سر پر سایہ گستر ہے
وہی فرمانروائے ہفت کشور ہے سکندر ہے

خدا ہی جانے ان کے سر کی عزت اور عظمت کو
قدم ان کے جہاں پہنچے وہ عرش رب اکبر ہے

ترے الطاف بے پایاں تری چشم کرم مولا
ہمیں پر ہے ہمیں پر ہے ہمیں پر ہے ہمیں پر ہے

ہمارے پاس تھا ہی کیا جسے قربان کردیتے
بس ایک ٹوٹا ہوا دل ہے جو قدموں کی نچھاور ہے

یہ مہر و ماہ بھی تو منتظر ہیں اک اشارہ کے
زمین پر آپ رہتے ہیں حکومت آسمان پر ہے

پلٹنے والے کیا پلٹے مقدر کا پلٹنا تھا
نہ یاں وہ سبز گنبد ہے نہ یاں اللہ کا گھر ہے

غضب ہی کردیا حسنین طیبہ سے پلٹ آئے
وہ جیتے جی کی جنت ہے وہ جنت سے بھی بڑھ کر ہے